(۲)

تذکرہ صوفیائے بنگال

مصنفہ جناب اعجاز الحق قدوسی ۔ ناشر مرکزی اردو بورڈ ۔ ۳۶ جی گلبرگ ۔ لاهور۔

مولانا اعجاز الحق قدوسی صاحب تصوف پر کئی کتابیں تصنیف کر چکے هیں ۔ اس سلسلے میں آن کی کتابیں صوفیائے سندھ، صوفیائے پنجاب اور شیخ عبدالقدوس گنگوهی کافی مشہور هیں ۔ موصوف نے تذکرہ صوفیائے بنگال لکھ کر پاکستان کے تقریباً تمام خطوں کے صوفیاء کے حالات قلم بند کردیئے هیں ۔

سب سے پہلا مسلمان فاتح جو بنگال پہنچا، وہ سلطان قطب الدین ایبک کا سردار محمد بن بختیار خلجی تھا ۔ اس نے ۱۲۰۱ء میں بنگال فتح کیا اور شہر لکھنوتی کو اپنا دارالسلطنت بنایا ۔ اس زمانے سے عملاً سر زمین بنگال میں دین اسلام اور اسلامی تہذیب کا آغاز هوتا هے۔

قدوسی صاحب لکھتے هیں کہ محمد بن بختیار کی فتوحات سے پہلے هی بنگال میں صوفیائے کرام کی آمد شروع هوچکی تھی ۔ میر سید سلطان محمود ماهی‌سوار (۴۳۹ھ — ۱۰۴۷ء) شاہ محمد سلطان رومی (۴۴۵ھ — ۱۰۵۳ء) ۔ بابا آدم شہید (۵۱۹ھ — ۱۱۱۹ء) اور شاہ نعمت اللہ بت شکن وغیرہ وہ صوفیائے کرام هیں، جو مسلمان فاتحین سے پہلے اس ملک میں تشریف لائے اور انہی نے بنگال میں اسلام کی شمع جلائی ۔ اس کے بعد جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا اور بنگال میں اسلامی سلطنت کو وسعت اور استحکام نصیب هوا ۔ صوفیاء زیادہ سے زیادہ تعداد میں وهاں پہنچنے لگے ۔ اور ان کا حلقہ اثر برابر بڑھتا گیا ۔

مصنف نے بنگال کے ان تمام صوفیاء کے تین ادوار قائم کیے هیں اور مقدمہ کتاب میں ان تینوں ادوار کا ذکر کیا هے ۔ وہ لکھتے هیں کہ گیارهویں صدی عیسوی کے صوفیا شاہ سلطان رومی اور بابا آدم شہید هیں، جو اسلامی فتوحات سے پہلے بنگال پہنچے تھے۔ لیکن ان کے حالات واضح طور پر نہیں ملتے، ان کے

بعد وہ صوفی بزرگ جن کا ان دیار میں بڑا شہرہ ہوا، اور ان کی ذات گرامی سے لوگوں کو بڑا فیض پہنچا، وہ حضرت جلال تبریزی سہروردی متوفی ٦٢٢ھ - ١٢٢٥ء ہیں ان سے سر زمین بنگال میں سہروردی سلسلے کی داغ بیل پڑی۔ سہروردیہ کے بعد سلسلۂ چشتیہ کے پہلے بزرگ حضرت سراج الدین اخی سراج تھے، جنھوں نے بنگال میں اس سلسلہ کو شروع کیا۔ ان کا انتقال ٧٥٨ھ - ١٣٥٧ء میں ہوا، اس سلسلے کو وہاں بڑا فروغ ملا اور حضرت سراج الدین اخی سراج کے بعد ان کے خلفاء کا فیض جاری رہا - ان میں سے سب سے زیادہ مشہور شیخ علاء الحق والدین بن اسعد بنگالی تھے۔ شیخ علاء الحق کے خلفاء میں ان کے صاحبزادے حضرت نور قطب عالم اور میر سید اشرف سمنانی سب سے ممتاز بزرگ تھے -

تیرھویں صدی عیسوی میں بنگال میں قلندریہ سلسلے کے بزرگ پہنچے - چنانچہ پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی میں اس سلسلے کے مرید بنگال کے ہر حصے میں پائے جاتے تھے۔ اسی زمانے میں حضرت بدیع الدین شاہ مدار کے سلسلے کے بعض مداری صوفیاء بھی بنگال پہنچے اور یہ سلسلہ بھی وہاں خوب پھیلا - بعد میں سلسلہ ادھیمہ جسے خضریہ بھی کہتے ہیں، بنگال میں متعارف ہوا اور آخر میں تصوف کے دو مشہور طریقوں نقشبندیہ اور قادریہ کو فروغ حاصل ہوا -

مولانا قدوسی نے گیارھویں صدی عیسوی سے لے کر پندرھویں صدی عیسوی تک کے صوفیاء کو دور اول میں شمار کیا ہے - اور دوسرا دور جسے وہ دور متوسط کہتے ہیں، پندرھویں صدی سے سترھویں صدی کا ہے اور تیسرا دور اٹھارویں صدی عیسوی سے عہد حاضر تک کا ہے - ان تینوں ادوار کے کوئی ٥٩ صوفیاء کے حالات زیر نظر کتاب میں آگئے ہیں۔ اور اس طرح اردو زبان میں پہلی دفعہ ایک ایسی کتاب لکھی گئی ہے، جس میں ہم بنگال میں صوفیائے کرام اور ان کی روحانی سرگرمیوں کا ایک مجمل خاکہ دیکھ سکتے ہیں -

ہمارے خیال میں اگر مصنف ان ٥٩ صوفیاء کے حالات ان کے زمانوں اور مذکورہ بالا ادوار کے لحاظ سے لکھتے، تو ہمارے سامنے بنگال کی روحانی تاریخ

زیادہ واضح اور مرتب شکل میں آتی، اور صوفیائے کرام کے حالات اور اُن کی سرگرمیوں کو سمجھنے میں زیادہ آسانی ہوتی - لیکن اس کے برعکس موصوف نے صوفیاء کا ذکر اُن کے ناموں کی ترتیب ہجائی کے اعتبار سے کیا ہے - اس سے گو فرداً فرداً صوفیاء کے حالات معلوم کرنا آسان ہوگا، لیکن بنگال کی روحانی سرگرمیوں کی تصویر اپنے تاریخی پس منظر کے ساتھ ہمارے سامنے نہیں آسکتی- اور کتاب شروع سے آخر تک غیر مربوط اور اکھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے -

اس میں شک نہیں کہ بنگال کے صوفیائے کرام کے حالات جمع کرنا بڑے وسیع مطالعہ اور عرق ریزی کا کام تھا- اور مولانا قدوسی صاحب نے اسے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے- اس ضمن میں انہوں نے جو طویل توضیحی حواشی لکھے ہیں ' ان کی اپنی جگہ ایک مستقل حیثیت ہے اور اس سے کتاب کی اہمیت اور افادیت اور بڑھ گئی ہے - بہرحال مولانا کا اسلوب بیان بڑا رواں اور شگفتہ ہے - اور قاری کتاب کے روحانی مشمولات کے ساتھ ساتھ اس کی ادبی خوبیوں سے بھی محظوظ ہوتا ہے -

زیر نظر کتاب میں ایک کمی اور محسوس ہوتی ہے بعض صوفیاء کے حالات کے ضمن میں مصنف نے بنگالی ہندوؤں کے یوگ اور ان کی بعض یوگی تحریکوں کی طرف اشارہ کیا ہے - ضرورت تھی کہ وہ اس پر بھی توضیحی حواشی لکھتے' اور تفصیل سے نہ سہی' اجمالا ہی یہ بتاتے کہ بنگال میں اسلامی تصوف کے فروغ سے پہلے ہندو یوگ کی یہ نوعیت تھی اور یوگی اس طرح سوچتے تھے - اور اُن کے یہ اعمال تھے' اس سے وہ یقیناً یوگ کے مقابلے میں اسلامی تصوف کی برتری زیادہ واضح طور پر نمایاں کرسکتے تھے -

مثال کے طور پر مشہور صوفی سید سلطان متوفی ۱۰۵۶ھ — ۱۶۴۶ء کے ذکر میں مصنف نے چیتنیہ تحریک کا ذکر کیا ہے اور اس ضمن میں لکھا ہے - '' چیتنیہ نے ۹۴۱ھ — ۱۵۳۴ء میں وفات پائی - لیکن اس کے بعد اس تحریک نے کھلم کھلا ایک جارحانہ صورت اختیار کرلی - اس تحریک نے بنگال کے اندر اور بنگال کے باہر خصوصاً اسلام کی ترقی کو نہ صرف روک دیا بلکہ بعض مسلمانوں کو مرتد بنایا - چیتنیہ کا ایک مقرب خاص ہری داس قاضیوں کے

خاندان سے تھا اور پہلے مسلمان تھا ۔ اسی طرح بجلی خان افغان نے ویشنو مت قبول کیا ۔ مسلمانوں کو ویشنو بنانے کے لئے نئے نئے طریقے اختیار کئے گئے ۔ ویشنو تحریک کے متوالوں نے ادب کو بھی اپنی تبلیغ کا ذریعہ بنایا اور انہوں نے کرشن بھگتی کے جذبات کو شعر کے سانچے میں ڈھال کر نئے ڈھنگ سے پیش کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تحریک غیر شعوری طریقے پر بنگالی ادب کا جزو بن گئی ۔ دوسرے کرشن بھگتی کے اشعار نے بنگال کے ان شعرا اور ادیبوں کو بھی جو ویشنو نہ تھے اس طرح بھایا کہ انہوں نے اس موضوع پر نظمیں لکھیں۔ یہاں تک کہ چیشتیہ صوفیہ کی مجلس سماع میں ویشنو گیت سرمستی و کیف کا سبب بننے لگے ۔ ''

یہ گویا بنگال میں اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کے خلاف ہندو بنگال کا مدافعانہ رد عمل تھا ۔ اور اس طرح کا مدافعانہ رد عمل تاریخ کے کسی نہ کسی موڑ میں ہر مغلوب مذہب و تہذیب کی طرف سے غالب مذہب و تہذیب کے خلاف ہوتا ہے ۔ تقریباً اسی زمانے میں پنجاب میں بھی بابا گورو نانک اور سکھ تحریک کی شکل میں ہندو پنجاب کا یہ مدافعانہ رد عمل ہوا تھا ، اور ایک حد تک تاریخی انسانی کا یہ ایک قدرتی مظہر ہوتا ہے ۔

ہندو بنگال کے اس رد عمل کا خود بنگال کے مسلمانوں میں بھی رد عمل ہوا جس کے کہ اس دور میں سید سلطان نمائندہ تھے، انہوں نے نہ صرف یہ کہ بنگالی زبان میں اسلامی موضوعات پر نظمیں اور کتابیں لکھیں — اگرچہ اس بنا پر بقول ان کے '' علماء مجھے منافق کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے ہندوانی زبان میں لکھ کر دین کو ناپاک کردیا ہے ۔ لیکن خدا کا ارشاد ہے کہ میں نے نبی بھیجا اس ملک کی زبان میں تعلیم دینے کے لئے جن میں وہ پیدا ہوا'' — بلکہ انہوں نے بعض ہندو اوتاروں کو مثلاً برہما، وشنو، رام اور کرشن وغیرہ کو بھی پیغمبروں میں سے شمار کیا ہے ۔ اور اسلامی موضوعات کو مقامی رنگ دینے کی کوشش کی ہے، چنانچہ سید سلطان نے '' جس طرح حضور اکرم صلی اللہ و آلہ وسلم کے لئے اوتار کا لفظ استعمال کیا ہے ۔ اسی طرح انہوں نے برہما' وشنو' مہنشمور اور ہری اور کرشن کو بھی اوتار کہا ہے، جنہیں خدا کی طرف سے

شام وید ، یجر وید، رگ وید اور اتھر وید آسانی صحائف عطا ہوئے تھے۔،،

ہمارے خیال میں حضرت سید سلطان کی یہ مساعی کہ وہ اسلامی موضوعات کو بنگال کے ذہنی و تہذیبی ماحول میں اجنبی رہنے کے بجائے انہیں مقامی رنگ دے کر بنگالی عوام کے لئے مقبول و ہردلعزیز بنائیں، بار آور ہوئیں ' بنگالی زبان جس میں دین اسلام کی باتیں لکھنا منافقوں کا کام سمجھا جاتا تھا ، آخر اسلامی زبان بن گئی اور بنگال کی غالب آبادی مسلمان ہوگئی ۔

مولانا قدوسی نے حضرت سید سلطان کی تحریروں کے بعض اقتباسات دئے ہیں، جن سے ایک حد تک اُن کی ادبی خصوصیات کا اندازہ ہوسکتا ہے ۔ بہت اچھا ہوتا اگر صاحب موصوف چتینیہ تحریک کے بارے میں بھی اس کتاب میں کچھ زیادہ معلومات بہم کردیتے تاکہ دونوں تحریکوں کا تقابلی مطالعہ ہوسکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام جب اس برصغیر میں آیا، تو وہ نہ صرف اپنے دینی معتقدات میں، بلکہ علمی، ذہنی، تہذیبی اور معاشرتی لحاظ سے ہندو مت اور ہندو تہذیب سے ہر اعتبار سے کہیں اعلیٰ اور فائق تھا ۔ اور ہندو عوام و خواص کے دلوں اور دماغوں کو اپنے زیر اثر لانے میں اس کی راہ میں اس وقت جو سب سے بڑی روک بنی، وہ اجنبیت کی لسانی فضا تھی۔ حضرت سید سلطان جیسے صوفیہ بزرگ تھے ' جنھوں نے وطنی و مقامی زبانوں اورآن کے اسالیب بیان کو اپنا کر اور ان میں اسلامی موضوعات پیش کرکے اس اجنبیت کو ختم کیا ۔ اور اس طرح اس سر زمین میں اسلام کے فروغ کے لئے راہ ہموار کی ۔

حضرت سید سلطان کی ایک نظم جس سے انہوں نے اپنی کتاب وفات رسول اللہ کی ابتدا کی ہے، اس کے چند اشعار کا ترجمہ سنئے ۔

سب بنگالی عربی نہیں جانتے ۔
کوئی اپنے دین کی بات نہیں سمجھتا ۔
ہر کوئی کتھا کہانیوں سے دل بہلاتا ہے ۔
میں گناہ گار اور رائدہ مخلوق ان لوگوں کے درمیان ہوں ۔
مجھے معلوم نہیں کہ روز جزا مجھ سے باری تعالیٰ کیا پوچھے گا ۔

لیکن اگر اس نے پوچھا کہ ان لوگوں کے درمیان رہ کر ان کو دین کی باتیں نہیں بتائیں -

اور مجھے اس قصور کے لئے ملزم قرار دیا تو میں کیا جواب دوں گا -

یہی سوچ کر میں نے نبی وعسا (خاندان نبوی) کی تاریخ لکھی ہے - اور اس لئے کتنے ہی لوگ کہتے ہیں کہ میں نے دین کی کتاب کو ناپاک کردیا -

اگر پڑھے لکھے لوگ عربی میں کتابیں پڑھیں اور ان کا ہندوانہ (بنگالی) میں ترجمہ نہ کریں تو یہ چیزیں لوگوں کی سمجھ میں کیسے آئیں گی - جس زبان کے (خطے) میں خدا نے کسی کو پیدا کیا ہے، وہی اس کا بڑا خزانہ ہے -

صفحہ ٢٦٥ پر شیخ علاءُ الدین علاءُ الحق بنگالی کے '' نام ونسب '' کے عنوان کے تحت لکھا ہے : — '' ...... معارج الولایت میں ہے کہ وہ صحیح النسب ہاشمی تھے - ان کا سلسلہ نسب حضرت خالد بن ولید سے جا ملتا ہے...''

اب اگر شیخ علاءُ الحق کا سلسلہ نسب واقعی حضرت خالد بن ولید سے جاملتا ہے، تو وہ ہاشمی نہیں ہوسکتے، اور اگر وہ فی الواقع ہاشمی تھے، تو یہ بیان کہ ان کا سلسلہ نسب حضرت خالد بن ولید سے جا ملتا ہے صحیح نہیں - اگر معارج الولایت میں اسی طرح مذکور ہے تو فاضل مصنف کو اس کی وضاحت کرنی چاہئے تھی -

کتاب کا '' تعارف '' تصوف اسلامی کی مشہور عالمہ ڈاکٹر اینی میری شمیل پروفیسر بون یونیورسٹی (مغربی جرمنی) نے لکھا ہے - ہم موصوفہ کی اس تمنا پر '' کہ مولانا قدوسی کی یہ تصنیف بھی ان کی سابقہ تصانیف کی طرح ان تمام لوگوں کے لئے مشعل راہ ہوگی ، جو پاکستان کی روحانی تاریخ میں دلچسپی رکھتے ہیں '' آمین کہتے ہیں -

کتاب ٹائپ میں بڑے اہتمام اور سلیقہ سے چھپی ہے - صفحات ٤٨٠ - کتاب مجلد ہے - قیمت پانچ روپے -